سورہ روم — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ — ایت نمبر (۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارک

[29 ربیع الاول 1431ھ بمطابق 16 مارچ 2010]

عنوان

حصول رزق حلال عین عبادت

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمد للہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک حقیری کوشش شروع کی ہے اس ادنٰی سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوہری صاحب صدر جوہری ٹرسٹ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَھْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے اور پاکیزہ ہے ان کو کھاؤ اور اس بارے میں شیطان کے قدموں پر مت چلا کرو وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

معزز سامعین کرام!

آج کی گفتگو کا عنوان حصول رزق حلال عین عبادت ہے ہم نے اس موضوع کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ آج ہر شخص رزق کیلئے پریشان ہے بالخصوص مسلمان ممالک میں رہنے والے کچھ زیادہ ہی تنگ دستی کی زندگی گزار رہے ہیں انہی عوامل کا آج جائزہ لیں گے ہمیں رزق کثرت کے ساتھ کیسے مل سکتا ہے اس عنوان کے دو حصے ہیں ایک حصہ حصول رزق ، دوسرا حصہ انفاق فی سبیل اللہ ہے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو تن آسان اور گداگر نہیں بنانا چاہتا۔ بلکہ یہ تو حرکت وعمل کا دین ہے۔

انسان کی زندگی روح اور جسم سے مرکب ہے۔ جس طرح روح کے بغیر انسان کا وجود ممکن نہیں اسی طرح انسانی جسم کو اپنی بقا کیلئے پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، خوراک انسانی مشینری کا ایندھن ہے جو انسان کو ہر وقت متحرک رکھتی ہے مشینری کو ایندھن خالص ملتا رہے تو مشینری کی عمر لمبی ہوتی رہتی ہے ورنہ جلد خراب ہو جاتی ہے۔ انسانی مشینری کو رزق حلال ملتا رہے اس کا فائدہ واثر صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار بھی کافی حد تک اس پر ہے۔

اسلام نے جہاں انسان کو زندگی کے دوسرے شعبوں کیلئے کچھ اصول اور ضوابط دیے ہیں وہاں حلال روزی کمانے کے معاملے میں بھی انسان کی مکمل راہنمائی کی ہے۔ اسلام نے انسان کو حصول رزق کے معاملے میں بھی بے مہار نہیں چھوڑا کہ جو چیز چاہے کھائے اور جہاں سے اور جیسے حاصل کرنا چاہے کرے بلکہ انسان کو اچھی اور پاکیزہ خوراک کے حصول کی تعلیم دی اور اس کیلئے اسباب بھی پیدا فرمائے۔

اسلام میں نماز، روزہ کی طرح کسب ومال وانفاق مال کا بھی قانون ہے:

اس بات کا تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ کسب حلال دیگر فرائض دینیہ کی طرح ایک فریضہ اسلام اور عبادت میں سے ایک عبادت ہے لیکن ہم سب اس بات سے غافل ہیں کہ دوسری عبادات کیلئے جیسے اصول اور قانون ہیں اسی طرح کسب وکمائی کیلئے بھی کچھ اصول وقوانین ہیں۔ مثلاً نماز کو لیجئے اس کیلئے کچھ اصول اور قوانین ہے۔ جن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی کپڑوں کی طہارت اور بدن کی طہارت وغیرہ نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح دیگر عبادات قاعدہ وقانون کے خلاف ہوں تو وہ صحیح نہیں ہوتیں۔ اسی طرح کسب حلال جو کہ عبادات میں سے ایک عبادت ہے اس کیلئے بھی کچھ اصول وقوانین ہیں جن کی رعایت کے بغیر کسب حلال کی عبادت صحیح نہیں ہوتی مثلاً کسب حلال کرنے والے کی ایمانی زندگی صحیح ہو پھر نیت اخلاص ہو اس کے بعد ذرائع جائز حلال ہوں تب یہ عبادت مکمل ہوگی۔

تمام برگزیدہ بندوں کو کسب حلال کا حکم دیا گیا ہے:

ارشاد ربانی ہے

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ O

اے رسولان کرام حلال روزی کماؤ اور نیک کام کرو۔

آیت مذکورہ میں لفظ رسل کو جمع لا کر اللہ تعالیٰ کا اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے پیروکار رزق حلال کھانے پر مامور تھے اور وہ رزق حلال کے پابند تھے لہٰذا اے محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے امتی بھی اعمال صالحہ کے پابند ہیں ان دونوں حکموں پر عمل کرنا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے ہر فرد کیلئے فرض ولازم ہے پھر ان میں سے کون رزق حلال کھانے اور کمانے کی پابندی کرتا ہے اور اعمال صالحہ اختیار کرتا ہے اور کون اس کے خلاف کرتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ گزشتہ زمانے کی امتوں میں بھی لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے ایک جماعت کے لوگ رزق حلال کھانے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے والے تھے اور ان احکام الٰہی کی پابندی کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ کیلئے کامیاب ہو گئے اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رزق حلال کھانا صرف امت محمد ﷺ کا مسئلہ نہیں بلکہ جب سے دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر تا قیامت

آنیوالے تمام انسانوں کا مسئلہ ہے۔

رزق کی اہمیت:

رزق کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگائیے کہ حضرت ابراہیمؑ جب ''دنیا میں خدا کے پہلے گھر'' کے تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے حرم کعبہ میں کھڑے ہوکر، خدا سے جو پہلی دعا مانگی اس میں کہا کہ ''اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو یہاں کے رہنے والوں کو امن اور فراوانی سے سامانِ رزق عطا فرما، (۲/۱۲۶) اس دعائے ابراہیمؑ کو سورۂ ابراہیمؑ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ (۱۴/۳۷) اور اہلِ مکہ کو اس کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ خدا نے انہیں کس طرح ہر خطرہ سے محفوظ رکھا ہے اور کس طرح ہر طرف سے رزق فراواں ان کی طرف کھنچے چلا آتا ہے۔ (۱۰۶/۴)

پھر یہی حکم عام مسلمانوں کو دیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○

اے اہلِ ایمان جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں کھاؤ تم اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرتے ہو تو ہمارے رزق میں پاکیزہ اور حلال رزق کماؤ اور کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو یعنی اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گزارتے رہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارنے کیلئے حلال روزی کو بڑا دخل ہے۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے پاکیزہ رزق کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کے اذیت اور شر سے محفوظ رہے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایسے لوگ تو آپ ﷺ کی امت میں بہت زیادہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اس قسم کے لوگ صدیوں میں پیدا ہونگے (ترمذی شریف)

آپ ﷺ نے فرمایا

طَلَبُ الحَلَالِ وَاجِبٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ: حلال مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

جس طرح دیگر فرائض ہیں اسی طرح حلال مال کیلئے محنت کرنا ضروری اور لازم ہے جو بھی شخص اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کیلئے رزق حلال تلاش کرتا ہے وہ راہ جہاد میں ہے۔

حضرت کعب بن عجرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے ایک آدمی گزرا تو صحابہؓ نے اس آدمی کی جسمانی قوت کو دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ آدمی خدا کی راہ میں نکلا ہوا ہوتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کی خاطر طلب معاش کیلئے گھر سے نکلا ہوا ہے تو یہ شخص خدا کی راہ میں ہی ہے اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی خاطر کسب مال کیلئے نکلا ہوا ہے تو یہ شخص بھی خدا کی راہ میں ہے اور اگر یہ آدمی اپنے نفس کو حرام سوال سے بچانے کی خاطر کسب معاش کیلئے نکلا ہوا ہے اور یہ آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ اور اگر یہ شخص ریاکاری اور فخر کے خاطر طلب معاش کیلئے گھر سے نکلا ہوا ہے تو پھر یہ شخص شیطان کے راستے پر ہے (طبرانی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے اہل وعیال کیلئے حلال کمانے کی کوشش کرے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور جو شخص پاک دامنی کیلئے دنیا طلب کرے وہ شہدا کے درجے میں ہے (طبرانی)

آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مال ودولت کو حلال طریقے سے لیا لوگوں سے حرام سوال سے بچنے ہمسایہ پر مہربانی کرنے کی نیت سے اور اہل وعیال کیلئے حلال رزق حاصل کرنے کی نیت سے تو ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

ولید بن عمرۃؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کی تورات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم تو اپنے ہاتھ سے کام کاج کر میں تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دونگا اور تو میری اطاعت کر میں زیادہ جانتا ہوں تیری ضرورت کے بارے میں۔

انسان کو محنت کرنی چاہیے جو شخص محنت سے جی چراتا ہے اور اپنے نصیب وبخت پر شکوہ کرتا ہے کہ میرا نصیب ایسا ہے تو اصل میں یہ عقیدہ تقدیر کی کمزوری میں ہے۔ کسی خوب کہا کہ

اے عزیزو محنت کرو محنت سے کام ہوگا بخت جس کو کہتے ہیں وہ آکر غلام ہوگا

محنت میں عظمت ہے:

حدیث میں آتا ہے ایک دن حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے مصافحہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں میں سختی محسوس فرمائی تو آپ ﷺ نے ان کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کیلئے اپنے باغ میں کدالی وغیرہ چلاتا ہوں تو آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔

اور ارشاد فرمایا، یہ ہتھیلیاں اللہ تعالیٰ کو بڑی پسندیدہ اور پیاری ہیں۔
بعض حضرات دن بھر سخت محنت کرتے ہیں اور اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں یہ دنیا کا کام ہے۔ لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو حضور نے فرمایا، اپنے ہاتھ کی کمائی سے کوئی بہتر کمائی نہیں ہے اور جو بھی حلال مال آدمی اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر اولاد پر اور خادم پر خرچ کرتا ہے وہ بھی اس کا صدقہ بن جاتا ہے بات صرف نیت کی ہے۔
یہ خطبے کا پہلا حصہ تھا جس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حصول رزق حلال عین عبادت ہے یعنی اللہ کا حکم ہے۔ دوسرا حصہ انفاق مال کا ہے یعنی جن لوگوں کو اللہ نے مال دیا ہے وہ سانپ بن کر مال کو دبا لیتے ہیں خود تو پیٹ بھر کر کھاتے ہیں، بہت سے ایسے لوگ بھی ہونگے جو بھوک سے نڈھال ہو کر سوتے ہونگے اس ضمن میں قرآن کیا کہتا ہے آیئے سنتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے۔

خدا سے معاہدہ:

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ جو شخص اسلامی سوسائٹی کا ممبر بنتا ہے (یعنی مسلمان ہوتا ہے) اسے ایک معاہدہ پر دستخط کرنے ہوتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں
اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ (۹/۱۱۱)
یعنی اس سوسائٹی کا ممبر بننے والا، اپنا مال اور اپنی جان، خدا کے ہاتھوں فروخت کر دیتا ہے اور اس کے بدلے میں خدا اسے جنت عطا کر دیتا ہے۔ اس طرح، ایک عبد مومن کا جان و مال، انفرادی ملکیت کی بجائے، اسلامی نظام کی تحویل میں چلا جاتا ہے اس کے عوض اسے اس دنیا میں بھی جنتی زندگی مل جاتی ہے اور آخرت میں بھی جنت، جس کا وعدہ خدا نے بے شمار مقامات پر کر رکھا ہے۔ لہٰذا اسلامی نظام میں مال پر انفرادی ملکیت کسی فرد کی نہیں رہتی وہ خدا کا مال ہو جاتا ہے (۴۳/۳۳)

اختلاف صلاحیت:

قرآن کہتا ہے کہ صلاحیتوں کے اختلاف سے معاشرہ کے مختلف کام باسانی سرانجام پاتے رہتے ہیں (۴۳/۳۲)
لیکن (وہ کہتا ہے کہ) اس اختلاف کو صرف اسی حد تک رکھو۔ اس سے معاشی ناہمواریاں نہ پیدا کرو۔ چنانچہ اس نے سورہ النحل میں واضح الفاظ میں کہا کہ ''اکتساب رزق کے سلسلہ میں مختلف افراد میں صلاحیتوں کا فرق ہوتا ہے۔ لیکن اس اختلاف کا مطلب یہ نہیں کہ جو لوگ زیادہ کمانے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اپنی کمائی کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر اسے دبا کر بیٹھ جائیں۔ انہیں چاہیے کہ اس فاضلہ کمائی کو اپنے ان ماتحتوں کی طرف لوٹا دیں جن کے تعاون واشتراک سے کمائی میں اس قدر اضافہ ہوا ہے۔ لوگ یہ کہہ کر ایسا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ واہ! اس سے تو اعلیٰ وادنیٰ سب برابر ہو جائیں گے؟ ایسا کہنے والے اس فریب میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انہیں جو زیادہ صلاحیت حاصل ہے وہ ان کی ذاتی پیدا کردہ ہے جو انہیں بلا مزدوری معاوضہ ملی تھی۔ (۱۶/۵۳،۱۶/۷۱)

قارونیت:

اس نے کہا کہ قارون (جسے قرآن نظام سرمایہ داری کے نمائندہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے) بھی اس فریب میں مبتلا تھا جب اس نے کہا تھا کہ۔
اِنَّمَا اُوۡتِیۡتُہٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡ (۲۷/۷۸)
میرا مال و دولت، میری اپنی ہنرمندی کا نتیجہ ہے۔ میں اسے دوسروں کو کیوں دے دوں؟ قرآن کہتا ہے کہ یہی ذہنیت سارے فتنہ کی جڑ اور دنیا میں فساد برپا کرنے کی موجب ہے۔ (۳۹/۴۹) دوسرے مقام پر وہ کہتا ہے کہ اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے سے جب کہا جاتا ہے کہ کیا تمہیں اس کا احساس اور خیال نہیں کہ تم نے ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے جہاں اس کی عطا کردہ نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا (۱۰۲/۸) تو (ہر چند اسے اس قسم کی باز پرس پر یقین نہیں ہوتا لیکن وہ خود فریبی یا فریب دہی کیلئے) یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں اس مال و دولت میں سے جو دو چار پیسے خیرات کے طور پر ''خدا واسطے'' دے دیتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ اس کے عوض مجھے اس دنیا میں بھی اسی طرح خوشگواریاں حاصل ہو جائیں گی۔ جس طرح اس دنیا میں حاصل ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ایسا سمجھنا کفر ہے اور اس کا نتیجہ سخت عذاب ہے (۴۱/۵۰)

قل العفو:

یہ سب کچھ واضح کر دینے کے بعد، قرآن کریم نے وہ فیصلہ سنا دیا جس سے یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے اور قطعی طور پر طے ہو گیا۔ سورہ بقرہ میں ہے۔ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ
اے رسول ﷺ! یہ لوگ تم سے کہتے ہیں کہ انہیں حتمی طور پر بتا دیا جائے کہ ان کی کمائی میں ان کا اپنا حق کس قدر ہے اور دوسروں کا کس قدر۔ کہا گیا کہ۔ قُلِ الۡعَفۡوَ (۲/۲۱۹)
ان سے کہہ دو کہ اس میں تمہارا حق صرف اتنا ہے۔ جس سے تمہاری ضروریات پوری ہو جائیں۔ باقی سب کا سب دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ہے۔ حتیٰ کہ ایسا موقع

آ جائے کہ دوسروں کی ضرورت، تمہاری ضرورت سے زیادہ شدید ہے تو تم اپنی ضرورت پر اس کی ضرورت کو ترجیح دو۔ (۵۹/۹) اس (قل العفو کے) فیصلہ نے اس مسئلہ کو ہمیشہ کیلئے طے کر کے رکھ دیا۔ اس سے کسی کے پاس فاضلہ دولت نہ رہی تو معاشی ناہمواریوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی تمام خرابیوں اور تباہیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ قرض خواہ اور مقروض، مالک مکان اور کرایہ دار، زمیندار اور کاشتکار، کارخانہ دار مزدور، غریب اور امیر کا تفاوت ختم ہو گیا۔ اور یوں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

زمین کا مسئلہ:

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تمام افراد انسانیہ (بلکہ تمام ذی حیات) کے لیے سامان زیست حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (۵۵/۱۰) اس لیے ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ یہ ذریعہ رزق، تمام ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے یکساں طور پر کھلا رہے۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (۴۱/۱۰)

یہ تمام نوع انسان کیلئے، خدا کی طرف سے عطیہ ہے۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ (۱۷/۲۰)

اور جو چیز تمام انسانوں کو بطور عطیہ ملی ہو، کسی کو اس کا حق حاصل نہیں کہ اس پر پھاٹک لگا کر "میری اور تیری" کی حد بندیاں قائم کرنے لگ جائے۔ جو لوگ رزق کے ان چشموں کو جنہیں، آب رواں کی طرح بہتے رہنا چاہیے تا کہ ہر ضرورت مند اپنی ضروریات بلا روک ٹوک پوری کر سکے۔ اپنے لیے روک لیتے ہیں، وہ دیندار ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود عملاً دین کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان کی نمازیں لوٹ کر ان کی منہ پر ماردی جاتی ہیں۔ غور کیجیے کہ قرآن نے اس حقیقت کو کس قدر فکر انگیز انداز میں بیان کیا ہے جب کہا ہے۔ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝

کیا تو نے اس شخص کی حالت پر بھی غور کیا ہے جو دین کی تکذیب کرتا ہے۔ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝

یہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے اور مسکین کی روٹی کا نہ خود انتظام کرتا ہے نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ میں جو نماز پڑھ لیتا ہوں تو اس سے دین کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی فریب خوردگی ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝

ایسے نمازیوں کیلئے انجام کار تباہی ہے جو صلوٰۃ کی حقیقت سے بے خبر اور اس کی غرض و غایت سے غافل رہتے ہیں۔ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝

وہ سمجھتے ہیں کہ نماز کے محسوس و مرئی ارکان کی ادائیگی کا نام صلوٰۃ ہے۔ وہ انہیں ادا کر لیتے ہیں۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (۱۰۷/۱-۷)

اور رزق کے آب رواں کو روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر یہ تکذیب دین نہیں تو اور کیا ہے؟ زمین کی اس پوزیشن کو قرآن کریم نے، قوم ثمود کی تاریخی شہادت کی روشنی میں اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اس کے سمجھنے میں کسی قسم کا الجھاؤ نہ رہا۔

ارض اللہ:

اس نے کہا کہ قوم ثمود کی معیشت کا مدار گلہ بانی (مویشی پالنے) پر تھا۔ ان کے گرد و نواح کھلی چراگاہیں اور پانی کے چشمے تھے لیکن قوم کے سرداروں نے ان پر اپنا ذاتی قبضہ جما رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کمزوروں کے مویشی بھوکے اور پیاسے رہ جاتے تھے۔ ان کی طرف حضرت صالحؑ پیامبر انقلاب بن کر آئے۔ انہوں نے سرفراز ان قوم کے اس غصب و نہب کے خلاف آواز بلند کی۔ ان سرداروں نے ان سے پوچھا کہ آپ بالآخر چاہتے کیا ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ (۷/۷۳)

یہ زمین خدا کی ہے نہ تمہاری نہ میری۔ اور یہ مویشی بھی اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے ان مویشیوں کو آزادی ہونی چاہیے کہ یہ اپنے خدا کی زمین سے چریں چگیں۔ تمہیں اس کا حق کیسے پہنچتا ہے کہ تم ارض اللہ (اللہ کی زمین) پر اس طرح حد بندیاں قائم کر دو کہ اس کی مخلوق اس کی زمین میں تمہاری عائد کردہ حدود سے آگے نہ جا سکے (۱۱/۶۴، ۲۶/۳۷) (سر زمین مدین میں اس قسم کا واقعہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ پیش آیا تھا جہاں صاحب اقتدار سرداروں کے چرواہے کمزور ونا تواں لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی نہیں پینے دیتے تھے

انہوں نے کہا کہ اس کا عملی طریق کیا ہونا چاہیے۔حضرت صالح نے کہا کہ یہ بڑی آسان بات ہے۔ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (۲۶/۱۵۵، ۹۱/۱۳) تم جانوروں کی باریاں مقرر کردو۔ ہر جانور، بلاتخصیص اس کے کہ وہ کس کا جانور ہے۔اپنی اپنی باری پر پانی پی لے۔"باریاں مقرر کرنے" کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ کسی کی ملکیت نہیں۔اس سے فائدہ اٹھانے میں ہر ایک کا اشتراک ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ ارض اللہ کے معنی کیا ہیں؟ یہ کوئی ذہنی تصور یا نظری عقیدہ نہیں۔ یہ قرآن کے معاشی نظام کی عملی بنیاد ہے کہ زمین تمام نوع انسان کیلئے ذریعہ پرورش ہے۔اس پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ارض اللہ پر نظری عقیدہ رکھنا اور عملاً اسے زید، بکر، عمر کی ملکیت میں دے دینا قرآن کی رو سے شرک ہے، کفر ہے، تکذیب دین ہے۔

اقبال کے الفاظ میں

باطن الا ارض للہ ظاہر است   ہر کہ ایں ظاہر نہ بنید کافر است

اس نظام کی مخالفت:

یہ ہے ہماری بصیرت کے مطابق وہ معاشی نظام جسے قرآن کریم، نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے متعین کرتا ہے۔آپ اس کا نام کچھ ہی رکھ لیجئے۔یہی نظام، حضرت انبیاء کرامؑ نے اپنے اپنے وقت میں، اپنی اپنی قوم کے سامنے پیش کیا لیکن مترفین کی طرف سے اس کی سخت مخالفت ہوئی۔مترفین کے معنی ہمارے دور کی اصطلاح ہیں سرمایہ دار طبقہ (CAPITALISTS) ہیں۔قرآن کریم میں ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ (۳۴/۳۴) ہم نے کسی قوم کی طرف کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا کہ اس نے یہ انقلابی پروگرام پیش کیا ہو اور وہاں کا سرمایہ دار طبقہ نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔اس آیت جلیلہ سے دو باتیں واضح ہیں۔یعنی

(1) حضرات انبیاء کرامؑ کی طرف سے جو نظام پیش کیا جاتا تھا، وہ نظام سرمایہ داری کی ضد تھا، اسی لیے سرمایہ دار طبقہ اس کی اس قدر مخالفت کرتا تھا اور (2) نظام سرمایہ داری اور نظام خداوندی کی کشمکش، کچھ

ہمارے دور کی خصوصیت نہیں، جو یونہیں ہنگامی طور پر پیدا ہوگئی ہے۔ایسا شروع سے ہوتا آرہا ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآن ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ اگر کوئی جماعت اس نظام خداوندی کو لے کر کھڑی ہوجائے اور اپنی تگ و تاز میں استقامت سے کام لے تو یہ نظام کامیاب ہو کر رہتا ہے۔خواہ سرمایہ دار قوتیں اس کی مخالفت میں کتنا ہی روپیہ صرف کیوں نہ کردیں سورہ انفال میں ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ط

اس نظام کی مخالفت کرنے والے لوگ، بے دریغ روپیہ خرچ کریں گے کہ عوام کو خدا کی راہ کی طرف آنے سے روکیں۔ فَسَيُنفِقُونَهَا

وہ اپنی ان مذموم کوششوں کیلئے روپیہ پانی کی طرح بہاتے چلے جائیں گے۔ ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

لیکن ان کا یہ روپیہ کسی کام نہیں آئے گا۔انہیں افسوس ہوگا کہ انہوں نے خواہ مخواہ اتنا روپیہ ضائع کیا۔ ثُمَّ يُغْلَبُونَ (۸/۳۶) اس لیے کہ آخرالامر انہیں شکست ہوگی۔

آیئے روزی کمانے اور کھانے کیلئے چند نیات کا استحضار کرلیں:

(۱) پہلی نیت یہ کہ رزق حلال طلب کرنا فرض ہے وہ اس فرض کو ادا کرنے کے واسطے کام کر رہے ہیں اور یہ کہ ایک فرض عبادت کی ادائیگی میں مصروف ہونا چاہتا ہے۔حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

طَلَبُ الحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الفَرِيْضَةِ مشکوٰۃ ۲۴۲/۱)

حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

(۲) رزق حلال طلب کرنے کی فرضیت اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے سے عبادت کی جائے۔چونکہ غذا کے بغیر انسان عبادت نہیں کرسکتا اور حلال غذا کے بغیر عبادت قبول نہیں ہوتی۔لہٰذا عبادت صحیح طریقہ پر کرنے کیلئے اور قبول ہونے والی عبادت کے واسطے رزق کا تلاش کرنے ہے۔

(۳) تیسری بات اس کی بھی نیت کرے کہ حلال مال اور حلال کمائی کے ذریعے اسلامی عبادات نماز، زکوٰۃ، روزہ، کی تیاری اور حج، جہاد، صدقہ اور خیرات وغیرہ ادا کرسکے غرض یہ کہ مال کے حقوق ادا کریگا۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ حلال مال کا کمانا جس طرح اپنے لیے فرض ہے اپنے ماتحت زیر کفالت افراد کی رزق رسانی کے واسطے بھی ضروری ہے لہٰذا ان کی بھی نیت کرے اور اس میں

جہاد کا ثواب ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ کہ نیت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حلال مال ضرورت سے زیادہ دیدیا تو اس میں سے دین کی سربلندی کیلئے خرچ کرونگا، دین اور مخلوق کی خدمت کرونگا۔

مَنْ اَكَلَ الْحَلَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ وَاَجْرٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ (طبرانی)

جو شخص چالیس دن تک حلال کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتے ہیں اور اس کے دل سے زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے جو چالیس دن کا ذکر فرمایا ہے آیئے ہم اس تعداد کا طبی نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہیں خون کی زندگی ۶ ہفتے ہوتی ہے اس کے بعد نیا خون پرانے خون کی جگہ لیتا ہے۔ انسان جو چیز بھی کھاتا ہے وہ بالآخر خون میں تبدیل ہو جاتی ہے اور خون جسم کے آخری کونے تک پہنچ کر اسے قوت بخشتا ہے، اور خون کے ذریعے ہی تمام جسم متحرک ہوتا ہے۔ جسم کے کسی حصہ سے خون کا دروازہ بند ہو جائے تو وہ مرجاتا ہے اگر آدمی کے جسم میں حلال اور پاکیزہ غذا جائے گی تو صالح خون پیدا ہوگا جس سے دل منور اور زبان پر حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہونگے۔ آج مسلمانوں کی مجموعی حالت یہ ہے کہ چالیس سال کی زندگی گزر گئی نہ دل منور ہوا اور نہ زبان پر نور کی باتیں جاری ہوئی ہیں۔ بلکہ دل کی تاریکی اور زبانوں پر قحط سالی کے چشمے جاری ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحمت فرمائے۔

حضرت سعدؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کیجیے تاکہ میں مستجاب الدعوات میں سے بن جاؤں کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو رد نہ فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا،

اَطِبْ طَعَمَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ (طبرانی)

فرمایا حلال کھانا کھایا کرو تمہاری دعا قبول ہونے لگ جائے گی۔

آج ہم سب کو یہ شکوہ ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی لیکن کبھی غور کیا؟ کہ جو ایندھن ہم اپنے جسم کو مہیا کرتے ہیں وہ عدم قبولیت کیلئے رکاوٹ ہے جب تک خوراک حلال و پاکیزہ نہیں ہوگی تو دعا کی عدم قبولیت کی فضا باقی رہے گی۔

اللہ نے بندے کی روزی جتنی مقدر فرمائی ہے وہ بصورت حلال ہے:

اللہ نے بندے کی روزی جتنی مقدر فرمائی ہے وہ بصورت حلال ہے مگر شیطان اپنے ہتھکنڈوں سے اسے حرام ذرائع سے دلواتا ہے یہ چکر دے کر کہ تو یہ فراڈ اور ظلم کریگا تو تھوڑی مدت میں امیر بن جائے گا۔ حالانکہ اسے ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ملے گا جو اس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے، اور جس کا اسے علم نہیں اس مسئلہ کی حضرت علیؓ کے واقعہ سے خوب وضاحت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت علیؓ کو دن چڑھے سفر میں کوئی نفل نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آئی تو اس صحرا میں کوئی درخت وغیرہ نہ ہونے کے باعث ایک راہ گیر کو کہا بھائی اگر کوئی تکلیف نہ ہو تو تھوڑی دیر میرے گھوڑے کا لگام پکڑ کر بیٹھے رہو میں دو رکعت نفل ادا کرلوں اس نے بخوشی قبول کیا حضرت علیؓ نے نماز شروع کی صحابہ کرام کی نماز اللہ کے دربار میں بالمشافہ حاضری ہوتی تھی۔ ان کی نماز میں محویت دیکھ کر اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ اگر گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ جاؤں تو انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔ مگر جب پکڑا گیا تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا لہٰذا یہ سکیم تو رہنے دے البتہ لگام اتار کر بھاگ جا۔ چنانچہ اسنے گھوڑے کی لگام اتاردی اور رفو چکر ہو گیا حضرت علیؓ نے نماز ختم کی تو دیکھا کہ نہ لگام موجود ہے نہ لگام تھامنے والا اور گھوڑا چکر سا کاٹ رہا

ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنا پٹکا اس کے گلے میں ڈالا اور شہر میں آ گئے شہر کے بازار میں ایک نیا آدمی وہی لگام ہاتھ میں لیے بیچنے کی آواز لگا رہا تھا حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تو میرے گھوڑے کی لگام ہے۔ اس نے کہا تو پھر آپ لے لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قیمتاً لوں گا مگر پہلے یہ بتا کہ یہ تو نے کہاں سے لی ہے؟ وہ بولا ایک آدمی بازار میں بیچ رہا تھا دیہاتی سا تھا میں نے اس سے خرید لی حضرت علیؓ نے اس کا حلیہ پوچھا تو وہی آدمی معلوم ہوا پھر آپ نے پوچھا کہ کتنے میں خریدی کہا دو درہم میں حضرت علیؓ دو درہم سن کر ہنسنے لگے اس نے پوچھا حضرت ہنسنے کی کیا بات ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا (واقعہ بتا کر) جب میں نے دو نفل نماز شروع کی تھی تو دل میں ہی پہلے یہ نیت کرلی تھی اس شخص کے احسان کے عوض میں اسے دو درہم نماز پڑھ کر دونگا۔ مگر شیطان نے اسے ورغلایا اور جو درہم اسے حلال طریقے سے نیکی کے ساتھ ملنے تھے اتنے ہی اسے ملے مگر حرام طریقے سے گناہ کے ساتھ!

بس یہی بات ہے اگر انسان سمجھ لے تو بہت سی حرام کاریوں سے بفضلہ تعالیٰ بچ سکتا ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ جو لوگ اپنی روزی حلال طریقے سے حاصل نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ویسے دیتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں۔

آپ اگر چودہ سو سالہ تاریخ دیکھیں تو بات سمجھ آجاتی ہے کہ سرمایہ دار حضور ﷺ کے راستے میں بھی رکاوٹ تھے اور آج بھی یہی گروہ دین کی راہ میں رکاوٹ ہے تب بھی ان کو شکست ہوئی آج بھی ان کو شکست ہوگی ہمیں اپنے آپ کو درست کرنا ہوگا جیسا بیج بویا جائیگا ویسا ہی پھل ہوگا حرام کھلانے سے بچوں پر اثرات بھی ویسے ہی ہونگے اس لیے ہمیں حلال

رزق کیلئے کوشش کرنا ہوگی مسلمان حصول رزق کیلیے ست اور کم چور نہیں ہوسکتا علامہ اقبالؒ نے ست لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا۔

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے؟ تیری خودی مسلمان کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہوجائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین